سحر تک دیپ جلنا ہے

رابعہ بتول

سحر تک دیپ جلنا ہے

رابعہ بتول

رابعہ بتول نے جدید لب ولہجہ، عمدہ فکر و خیال حسن و جمال، احساس کی نکہتوں اور جمالِ دوست کی لطافتوں کو بخوبی اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ نزاکتِ خیال اور لطافتِ بیان کی رعنائی و زیبائی اس کے اشعار میں ایک ایسی سحر انگیز کیفیت پیدا کرتی ہے جو پڑھنے والے کو قلبی گداز کے ساتھ ساتھ معاشرتی صورتحال سے بھی روشناس کراتی ہے۔اس کی شاعری نہ صرف دلکش ہے بلکہ آنکھوں کے رستے دل میں اترنے کا ہنر بن جاتی ہے۔ یہ صلاحیت کم ہی شعراء کو نصیب ہوتی ہے۔اس کے اشعار سے ایک نئے ذائقے، نئے شعری مزاج اور ایک منفرد احساس کا سراغ ملتا ہے۔ عصر حاضر میں شاعرات کی دنیا میں بہت کم شاعرات

حیرت ہے میرے میانوالی سے رابعہ بتول قریشی نے اتنی شاندار شاعری کی۔ میں میانوالی کو خطہ ءحیرت اور قریہ ءغیرت کہتا ہوں۔ میرے گھر کی بچیاں اتنی بڑی ہو گئی ہیں کہ مجھے فخر محسوس ہوتا ہے۔ میں رابعہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ سائنس کے میدان میں رہتے ہوئے اس نے شعروادب کے میدانوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ گورنمنٹ کالج برائے خواتین میانوالی میں باٹنی پڑھاتی ہے۔ خاک سے پھوٹنے والے سبزہ وگل اس کی تعلیمی دلچسپیوں کو شاداب رکھتے ہیں۔اس کی شاعری میں بھی لالہ وگل کی خوشبو بکھرتی نکھرتی محسوس ہوتی ہے۔ خوشبو ہوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ شاعر اور شاعرہ ان دیکھی کیفیتوں سے ایک سرمستی کشید کر کے لفظوں کی آنکھوں میں رکھتے ہیں۔ یہ کام رابعہ نے بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔ میانوالی سے تخلیقی خوبصورتی کی خبریں مسافر پرندوں کی طرح اڑتی ہوئی میرے پاس آتی ہیں۔

رابعہ ایک نیا نام ہے مگر کئی پرانے زمانے ایک مخفی خزانے کی طرح نئی حقیقتوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ رابعہ بھی ایک نئے جہان کی سرحد پہ کھڑی ہے۔

ڈاکٹر اجمل نیازی

تہذیب انٹرنیشنل پبلیکشنز
بہاولپور، لاہور، اسلام آباد کراچی
0300-8881856 - 0300-3738564 - 0333-4076188

ایسی ہیں جنھیں اپنی تخلیقی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد ہوتا ہے۔ ہماری شاعری کی فضا میں مضافات سے آنے والی آوازوں میں رابعہ کی شعری آواز بہت دلکش، دل پذیر اور موثر ہے۔ خودنمائی اور پذیرائی کی خواہش سے بے نیاز ایک شاعرہ کا اظہاریہ شعری مجموعہ ہمارے ادب کے لئے نہایت خوش آئند ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رابعہ بتول کا شعری کینوس عصری شعور اور آگہی سے مزید وسیع ہوتا جائے گا۔ نئے شعری مضامین سے مزین نئے اسلوب سے آراستہ نئی سوچ اور نئے لہجے کے حامل ہماری سرزمین کی یہ تخلیقی آواز انشاءاللہ تا دیر زندہ رہے گی اور نئے تخلیقی جزیرے دریافت کرتی رہے گی۔

ڈاکٹر غفور شاہ قاسم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سحر تک دیپ جلنا ہے

شعری مجموعہ

شاعرہ: رابعہ بتول

ناشر: تہذیب انٹرنیشنل پبلیکشنز

بہاول پور، لاہور، اسلام آباد، کراچی

0300-8881856, 0300-3738564, 0333-4076188

نام کتاب ________ سحر تک دیپ جلنا ہے

شاعرہ ________ رابعہ بتول

ترتیب وتدوین ____ ارم ہاشمی

کوارڈینیشن: ______ شریف اکیڈمی جرمنی

کمپوزنگ & ٹائٹل ____ محمد یونس عطاری 03068681018

باراول ________ دسمبر 2014

تعداد ________ 1000

صفحات ________ 112

قیمت ________ 250

ناشر ________ تہذیب انٹرنیشنل پبلی کیشنز

اسٹاکسٹ: ______ شمع بک ایجنسی نیو اُردو بازار کراچی

A book of Poetry........... Sahar Tak Deep Jalna Hai

Written By .... Rabia Batool

Published.......................1 Eddition in Dec. 2014

Contact in Pakistan......M. Z. Kanwal 0300-8073510

Under the organisation of :-

JUGNU INTI.

LAHORE

فہرست

سحر تک دیپ جلنا ہے
رابعہ بتول

کتابِ زیست کا عنواں ہے جس نگر کی فضا
اسی کے نام مرا انتساب سارا ہے

انتساب

والدین کے نام

جن کی دعائیں میرے لئے تپتی دھوپ میں ابرِ رحمت ہیں

حرفِ آرزو

زندگی ایک مسلسل سفر کا نام ہے جس میں کسی اجنبی منزل کی طلب ہمیں آمادۂ سفر رکھتی ہے۔اس راہِ سفر میں سنگریزے اور کانٹے ہی ہمیں سنبھل کر چلنا سکھاتے ہیں۔گلِ مراد کو پانے کے لئے خارِ راہ سے الجھنا پڑتا ہے۔اس سفر میں کامیابی صرف امید اور یقین سے ممکن ہے۔"سحر تک دیپ جلنا ہے" ایک امید کا سفر ہے جس کی تخلیق کا دورانیہ گذشتہ بیس سال پر محیط ہے۔یہ کوئی ادبی شاہکار نہیں ہے۔بلکہ محض ایک کتھارسس ہے ان سارے جذبات واحساسات کا جو میرا سرمایۂ ذات ہیں۔

شاعری صرف اس وقت ممکن ہے جب درد کی شدت الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر قرطاس پر منتقل ہو جائے۔اس درد کو محض مجازی معنوں میں لینا سوچ کی محدودیت ہے۔درد کائنات کی روح ہے اور لفظ اس درد کی شناخت ہیں۔

تخلیق کا یہ سفر اس وقت شروع ہو گیا تھا جب تین چار سال کی عمر میں اذانِ فجر سے پہلے میں اپنے نانا جی کی گود میں لیٹے مختلف اوراد و وظائف سنا کرتی تھی۔والدین اور بھائیوں کی پر اعتماد محبت نے شخصیت کے ہر پہلو کو نکھارا۔میرے والدین کے نظریات روایتی والدین سے بالکل مختلف تھے۔ان کی جدت پسندی اور روشن خیالی نے ہمیشہ میری سوچوں اور صلاحیتوں کو ایک نئی روح بخشی۔ان پہ لکھنے کے لئے ایک پوری کتاب چاہیئے۔آج میں جو کچھ بھی ہوں اپنے والدین کی محبتوں اور اعتماد کی وجہ سے ہوں۔خصوصاً میرے بابا جی جو میرے غمخوار دوست بھی ہیں اور ہر معاملۂ زندگی میں میرے رہنما بھی ہیں۔

باذوق دوستوں کی صحبت ملنے کو میں اپنے لئے خوش قسمتی سمجھتی ہوں جنہوں نے اپنی تنقیدی آراء سے میرے شاعرانہ شوق کو جلا بخشی۔پنجاب یونیورسٹی کی سرسبز فضاؤں اور فضائیہ کالج کے مخصوص تربیتی ماحول نے میری شخصیت کے ساتھ میری شاعری کو بھی پختگی عطا کی۔

ارم ہاشمی کی میں خصوصاً شکرگزار ہوں جن کے پرزور اصرار پر اور تعاون کی بدولت میری شاعری کتابی شکل میں آنا ممکن ہوئی۔

سب سے آخر میں اس خصوصی شخصیت کی شکرگزار ہوں جس کے بھرپور تعاون نے اس کتاب کی اشاعت کو ناممکن سے ممکن بنایا۔میرے شریکِ سفر۔۔۔جن کی خاموش رائے میرے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

25-11-2014

رابعہ بتول

(پروفیسر ہاشمی)

گورنمنٹ کالج برائے خواتین میانوالی

rabiabatool181@gmail.com

محبت اور اُمید کی شاعرہ۔ رابعہ بتول

رابعہ بتول اردو شاعری کا وہ ستارا ہے جو میانوالی کے افق سے طلوع ہو کر چار دانگِ عالم کو اپنی روشنی سے منور کر رہا ہے وہ خاموشی کی زبان لئے، حیران آنکھوں اور ساگرِ دل میں برپا تلاطم لئے امید کے سفر پر گامزن ہے۔ اس ایمانِ کامل کے ساتھ کہ وہ جو شجرِ بوسیدہ پہ بھی ثمر لگانے اور سیپ میں آبِ نیساں کو گہر بنانے پر قادر ہے، جو حسنِ عیاں بھی ہے اور سرِ نہاں بھی، وہ اس کی خوابوں کی شاخِ بریدہ کو سبز موسم موسموں سے آشنا کر کے اس کے گلِ رعنا میں نئی کونپلیں کھلا کے نئے موسموں میں خوشبوؤں کے رنگ ضرور بکھیرے گا۔ وہ اپنے دلِ مضطر کو بھی اس امر کا یقین دلاتے ہوئے کہتی ہے۔

دعائیں پر اثر ہوں گی صدائیں باثمر ہوں گی
نہ گھبراؤ دلِ مضطر کہ آہیں کارگر ہوں گی

رابعہ محبت اور امید کی شاعرہ ہے۔ دنیا میں برپا ہوتی کشاکش، نفرتیں، استحصال اور سماجی ناانصافی کو اپنے چاروں اور دیکھتی ہے تو اس کا محبت بھرا دل ایک لمحے کو مضمحل ہو جاتا ہے خود سے سوال کرتی ہے کہ رستے کہاں گم ہو گئے ہیں؟ جذبوں کی خوشبو سے جو خواب گندھے تھے، اشکوں کی تابش سے جو امیدوں کے جگنو دل میں چمکتے تھے، کچھ چاندنی جیسے دیئے جو پلکوں پہ لرزتے تھے، وہ سب کہاں گم ہو گئے؟ یہ یقین و بے یقینی کا سفر اُسے آزردہ کرتا ہے لیکن وہ دوسرے لمحے ایقان کی مشعل دل میں جلائے اپنی روشن آنکھوں اور کشادہ پیشانی کو مزید کشادہ کرتے ہوئے دعوتِ یقین دیتے ہوئے یوں کہتی ہے۔

آؤ تجدیدِ آرزو کر لیں
غنچہ ء گل کی جستجو کر لیں
اس اندھیرے میں دم نہ گھٹ جائے
نورِ امید چارسو کر لیں

اُسے یقین ہے کہ تمنا کے سفر میں یہ کشت اکارت نہیں جائے گا۔ وہ لمحہ ضرور آئے گا جب اندر کی دنیا کی گھٹن اپنا آپ مٹا کے تمام صداؤں کو معتبر کر دے گی۔ ایقان کا سفر اس نے عبادت کی طرح کیا ہے۔ ایک طویل عرصہ خود کو حالتِ عبادت میں رکھا ہے تب کہیں جا کر اسے یہ امید ہوئی ہے کہ ظلمتیں ضرور مٹیں گی۔ وہ دیو جانس قلبی کی طرح اپنے ہاتھوں میں دیپ اٹھائے ظلمتوں کو ہرانے چلی ہے۔ اس کے ہاتھوں، اس کی آنکھوں اور دل میں دیپ روشن ہے، اس آس کے ساتھ کہ صبح تک یہ جلتا رہے گا۔ کوئی طوفان، کوئی جھکڑ اس کا راستہ نہیں روک سکتا۔ وہ کہتی ہے۔

خوابوں کو کسی طور بکھرنے نہیں دیتا
جاں بخش سہاروں کو تم مرنے نہیں دیتا

سحر تک دیپ جلنا ہے،، رابعہ کی طباعت سے آشنائی کی پہلی منزل ہے۔ اس میں نظموں کا چمنستان بھی ہے اور غزلوں کا آشیاں بھی، حمد باری تعالیٰ کا آستان بھی ہے اور نعتِ رسول مقبول ﷺ کا گلستان بھی انسانی جذبوں کا بلیدان بھی ہے۔

سمجھنا چاہتے ہو تم اگر عورت کی قسمت کو
تو دل کی آنکھ سے تکنا کبھی کیکٹس کے پھولوں کو

یہاں رشتوں اور جذبوں کے ساتھ محبتوں کی کہکشاں بھی ہے جہاں، ہر پھول لطافت، رفعت اور محبت کا امین ہے۔ اپنی نظم NecessaryEvil میں کہتی ہے۔

کسی کے ساتھ چلنے کو
رفاقت کہہ نہیں سکتے
محبت کہہ نہیں سکتے

اس لئے نظم وہ جو خواب ہیں میں وہ گلاب جیسے خواب اپنی آنکھوں میں بسانے کی آرزو لئے ہوئے کہتی ہے۔

کبھی خوشبوؤں کے لباس میں
کبھی التجاؤں کی سانس میں
کبھی منزلوں کی ہیں آس میں
وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔
یہی خواب تو ہیں جو یہ آس دلاتے ہیں کہ
سحر تک دیپ جلنا ہے

ایم زیڈ کنول۔۔

چیف ایگزیکٹو جگنو انٹرنیشنل۔۔۔لاہور

خوبصورت لفظوں کی شاعرہ...رابعہ بتول

کیا لکھوں؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لکھنے بیٹھو تو لفظ نہیں ملتے اور ویسے بھی کسی کی ذات یا کلام پر کچھ لکھنا نہایت مشکل کام ہے

پروفیسر رابعہ بتول کو میں زیادہ نہیں جانتا اور اگر جانتا بھی تو سمندر کی لہروں کو بھلا کون گن سکتا ہے؟

سمجھنا چاہتے ہو تم اگر عورت کی قسمت کو!
تو دل کی آنکھ سے تکنا کبھی کیکٹس کے پھولوں کو

"سحر تک دیپ جلنا ہے" پروفیسر رابعہ بتول کا اولین شعری مجموعہ ہے آپ کا تعلق میانوالی سے ہے، ادبی حوالے سے یہ علاقہ فضا اور ماحول کے اعتبار سے دامن کشادہ رکھتا ہے پروفیسر رابعہ بتول ادبی حلقوں میں نہ صرف منفرد مقام رکھتی ہیں بلکہ وہ اپنے خیالات کی نزاکتوں کو لفظوں کے اچھوتے بندھن میں باندھ کر کامیابی کی منازل کی جانب تیزی سے رواں دواں ہے۔ پروفیسر رابعہ بتول کا دکھ درد سے چولی دامن کا ساتھ ہے جس کا اظہار ان کے کلام میں بھی ملتا ہے، چھوٹے سے چھوٹے دکھ کو بھی شدت سے محسوس کرتی ہیں۔

ان کا یہ شعر دیکھیئے۔۔۔!

ہمیں بھلا آگہی ہی کب تھی ایسے سنگلاخ راستوں کی!
ہر اک قدم پر نیا زخم ہے جو لفظ مرہم تھے مر گئے ہیں

پروفیسر رابعہ بتول میں ایک انفرادی اور امتیازی خصوصیت اُن کی برجستگی ہے۔اُن کی شاعری میں جمالیاتی رُخ بھی ملتا ہے۔ان کے ہاں خیال دبے پاؤں شفاف اور میٹھے چشمے کی طرح پھوٹتا ہے اور اس کے ساتھ ان میں جذبوں کا اِک نیا اور اُچھوتا پن نمایاں ہے۔

خوابوں کو کسی طور بکھرنے نہیں دینا
جاں بخش سہاروں کو تم مرنے نہیں دینا

پروفیسر رابعہ بتول نے اپنے کلام میں عہدِ رواں کی کربناکی اور بے قراری کا اظہار لفظیات کے بڑے خوبصورت پیکروں سے کیا ہے۔بہت جگہوں پر اُن کی اشعار کئی رنگوں سے بہار دیتے نظر آتے ہیں ۔اُن کی شاعری میں خوبصورتی ہے،خوشبو ہے،روشنی ہے،جدت ہے، احساس ہے اور سب سے اہم بات جسے تشنگی کا نام دیا جاسکتا ہے۔
وہ ان کےکلام میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

کبھی خوشبوؤں کے لباس میں۔۔۔کبھی التجاؤں کی سانس میں
کبھی منزلوں کی ہیں آس میں۔۔۔وہ خواب ہیں جو گلاب سے!

پروفیسر رابعہ بتول کا کلام تکنیکی اعتبار سے آرائشی اور تزئینی عناصر سے بڑی حد تک بے نیاز ہے۔ان کی اس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکالنا نہایت آسان ہے کہ ان کا ہر شعر خونِ جگر سے سینچا ہوا ہے بلکہ یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں کہ ان میں کوئی غیر مرئی طاقت ہے جو اُن سے شعر لکھواتی ہے۔مجھے اُمید ہے کہ ان کی شاعری کو بہت پذیرائی ملے گی اور یہ کتاب موجود دور کے اَدب میں خوبصورت اضافہ ثابت ہوگی۔
دعا گو ہوں کہ خداوند کریم اُن کے کلام میں مزید پختگی اور رعنائی بخشے!اور ادب کی اس خوبصورت مُورت کو حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے اور آنے والی گلاب رتوں کی ساری خوشیاں اُن کی محتاج رہیں۔(آمین)

فہیم کاظمی
چیئرمین فروغ ادب فاؤنڈیشن پاکستان
منیجنگ ڈائریکٹر تہذیب انٹرنیشنل پبلیکیشنز

حمد باری تعالیٰ

نا آشنائے راہ ہوں لیکن سفر میں ہوں
مجھ کو یہی بہت ہے کہ تیری نظر میں ہوں
میں مبتلائے عشق ہوں روزِ الست سے
لیکن فریبِ زیست کی راہِ خطر میں ہوں
آنکھوں نے کہہ دیا ہے میرا مدعائے دل
لفظوں کے پیچ و خم میں نہیں،چشمِ تر میں ہوں
سود و زیاں کی بحث میں الجھوں بھی میں تو کیا
بازارِ جذب میں کہاں اہلِ زر میں ہوں
تو مجھ کو بھی اب اذنِ پذیرائی کر عطا
اے چشمِ یار!میں بھی تیری راہ گزر میں ہوں

☆☆

خدا وندا کرم اپنا تو میرا زادِ راہ رکھنا
میری ارضِ تمنا کو نہ بے آب و گیاہ رکھنا
خزاں کے زرد سایوں سے بچانا چمنِ ہستی کو
ہرے موسم خدا وندا تو تاحدِ نگاہ رکھنا
عطا کرنا حیاتِ جاودانی میرے لفظوں کو
تو بازارِ محبت میں نہ ان کو مثلِ کاہ رکھنا
میرے خوابوں کی دنیا میں یقیں کے رنگ بھر دینا
میری کشتِ تمنا کو سدا زیرِ پناہ رکھنا
حریفِ جاں کا کوئی وار کبھی نہ چل سکے مجھ پر
مجھے اپنی پناہوں میں سدا زیرِ نگاہ رکھنا

☆☆

قلم تجھ سے لفظوں کی خیرات مانگے
مرے رَت جگوں کے یہ ثمرات مانگے
جو اشکوں کی صورت میں سیراب کر دے
دلِ مضطرب ایسی برسات مانگے
کہاں میں کہاں تیری خواہش کی جرات
مگر دل محبت کی سوغات مانگے
مری صبح تیری اک نظر کی سوالی
مری شب اجابت کے لمحات مانگے
شبِ غم سے سجا ہوا یہ مرا دل
ہر آن تیری عنایات مانگے

☆☆

کرم ہے ان کا کہ سارے لمحے دھنک کی بارش میں بھیگتے ہیں
وگرنہ بے رنگ موسموں کے یہ عکس آنکھوں کو چھیدتے ہیں
انکی شفقت کی سبز چھاؤں، گلفشاں ہے میری رتوں پر
کہ گرم جھونکے سموم کے بھی گلاب راہ میں بکھیرتے ہیں
سنبھال رکھی ہے اس کی ناؤ بیچ منجدھار کے بھی ہم نے
اٹھا کے لنگر آزادِ غم ہیں،راہ نہ منزل کو سوچتے ہیں
ہر ایک شب میں یہ نوکِ مژگاں کیسی جھلمل سی ہو رہی ہے
کہ مہرِ تاباں بھی دم بخود ہے،ستارے جھک جھک کہ دیکھتے ہیں
سمیٹیں کیوں کر ہم اپنا دامن،نظر کریں کیوں ہم اپنی جانب
جب اپنے سائل کو وہ کرم سے،بغیر پرسش نوازتے ہیں

☆☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مشکل ترین راہ بھی آسان تر ہوئی
آقائے نامدار کی جس پر نظر ہوئی
دیوانے ان کے بیٹھے رہے پھر سجا کے بزم
قاصد کے انتظار میں پھر شب بسر ہوئی
یاد ان کی جب کبھی بھی میری پاسباں بنی
یہ ساری کائنات میری ہمسفر ہوئی
دستِ صبا پہ جب بھی لکھی داستانِ ہجر
بوئے گل شگفتہ میری نامہ بر ہوئی
ان کے نگر میں یوں بھی رسائی ہوئی کبھی
کہ دل کو پتہ چلا نہ ہی جاں کو خبر ہوئی

☆☆

میں کوئے جاناں کو مضطرب دل کا چین لکھوں قرار لکھوں
خزاں رسیدہ رتوں میں اس کو امیدِ بادِ بہار لکھوں
وہ حسن کی جگمگاتی دنیا،وہ آخری حدِ منزلِ عشق
وہاں ہیں سجدے میں لفظ سارے،وہاں قلم کو نثار لکھوں
وہ نالہ ءِ نیم شب کی منزل وہ مثلِ روزن ہے تیرگی میں
میں اس کو تشبیہ دوں کہکشاں سے یا صبحِ نو کا نکھار لکھوں
سنا ہے ہم نے معطر ہوتی ہے اس نگر کی ہوا ہمیشہ
تو اس زمیں کو کہوں میں عنبر اور راہوں کو مشکبار لکھوں
یہ مانا وہم و گمان ہوں ،میں دور شہرِ وفا سے لیکن
کہوں میں اس کی فضا کو منزل اور دل کو امیدوار لکھوں

☆☆

میرے مسیحائے عالم کوئی پیامِ شفا
کہ بڑھ گئے ہیں کئی درداب تو حد سے سوا
بجز احساسِ ندامت کے پاس کچھ بھی نہیں
عطا ہو سایہ ء دامن شفیعِ روزِ جزا
میری شکستہ امیدوں کی لاج رکھ لینا
ہے کون میرا جہاں میں تیرے کرم کے سوا
نہ مجھ کو رکھنا تہی دست میرے غریب نواز
کوئی نگاہِ کرم ہو ادھر بھی بہرِ خدا
سمومِ غم کبھی جھلسا سکے نہ دنیا میری
ہمیشہ سایہ فگن ہو تیرے مہر کی ردا

☆☆

نہ ضبط ممکن ہے اشک و آہ پہ، نہ دل سنبھالے سنبھل رہے ہیں
کہ عازمِ سوئے خوش جمالاں کے کارواں اب نکل رہے ہیں

کچھ اور تو نے بڑھا دیا ہے اے ساربان سوز و درد میرا
کچھ اور شدت سے آنسوؤں کے چراغ پلکوں پہ جل رہے ہیں

ان کے دربار جا کے کہنا بہ شوق و حسرت سلام میرا
عرض کرنا کہ دردمندوں کے خواب اشکوں میں ڈھل رہے ہیں

اُن سے کہنا کہ ہماری بھی عرضِ دل پہ ہو اک نظر کرم کی
کہ بے یقینی کے گرم لاوے ہر اک سو شعلے اگل رہے ہیں

ہمیں بھی کوئی بہارِ نو کا حسین جھونکا عطا ہو اب تو
کہ شدتِ انتظار سے جذبے زرد پتوں میں ڈھل رہے ہیں

پڑے ہیں راہوں میں ہم بھی آقا، ہمارے کاسے بھی بھر دیں اب تو
ہو ہم پہ بھی وہ نگاہِ شفقت کہ جس سے پتھر پگھل رہے ہیں

☆☆

درِ حضور پہ دل کو سدا مکیں دیکھا
مری نگاہِ تصور نے کیا نہیں دیکھا
نہ ان سا خلق زمانے کی آنکھ نے دیکھا
نہ ان کے جیسا کسی آنکھ نے حسیں دیکھا

☆☆

میری ذات صحرا تو ہے ابر باراں
میں خارِ مغیلاں تو جانِ بہاراں
کہاں جراتِ گفتگو کر سکوں میں
میرے لفظ تجھ سے ہیں روشن بداماں
اے ساقی بھٹکتی ہوئی پیاس ہوں میں
ہے تسنیم و کوثر کا تو ہی نگہباں
یہ شورِ تلاطم ،یہ بپھرا سمندر
مدد کن مدد کن شہہِ ہر جہاناں
اے میرے مسیحا ! اے عالم پناہا!
ہے ہر پل مرا تیری رحمت کا خواہاں

☆☆

اے سارباں ذرا تیز چل،دلِ مضطرب کو قرار ہو
کچھ آنسوؤں سے ہو تر جبیں،کوئی برگِ جاں پہ نکھار ہو
مری ذات وہم وگماں سہی،مری ذات دھول دھواں سہی
بکھرے ہوئے جو سمیٹ لے ہتم وہ حسیں اعتبار ہو
کئی سال میرے گزر گئے تیری آس پر تیری چاہ میں
مری جاں فدا تیری آس پر،تیری چاہ میں یہ دل نثار ہو
مری منزلوں کا نشاں تمہی،میرے دل کا دردِ نہاں تمہی
مرے سر پہ تیرا کرم رہے،میرے گرد تیرا حصار ہو
مرے ضبط کو اور نہ آزما،مجھے منزلوں سے کر آشنا
مرے زرد موسمِ یاس کو کوئی آسِ صبحِ بہار ہو

☆☆

ایک دعا........(نظم)

سدا کی طرح میں آج بھی تو
تیرے اشارے کی منتظر ہوں
نہ جانے کتنے ہی دشمنوں نے
فصیلِ ہستی گرانا چاہی
نہ جانے کتنی ہی آندھیوں نے
امید کی لو بجھانا چاہی
مگر۔۔۔
میں نے آس کی یہ شمع
جلائے رکھنے کی کوششوں میں
دعا کی چادر بچھائے رکھی
ہیں قریہء جاں پہ میرے
اب بھی
تذبذبوں کے مہیب سائے
ہر ایک جانب سے آج بھی میں
کہر سے آلودہ راستوں میں گھری ہوئی ہوں
اے میرے راہبر!

اے میرے مونس!
مجھے عطا ہو نشانِ منزل
ملے کوئی بامراد ساحل
امیدوارِ نظر ہوں تیری
وہ نظرِ اعلیٰ۔۔۔
جو ذرے کو آفتاب کر دے
جو آبلہ پا مسافروں کے
خارِ راہ سب گلاب کر دے

☆☆

چھلکنا آنکھ کا کیا ہے، یہ ہم نے بارہا پوچھا
تڑپتا دل ہے کہتا کیا یہ ہم نے بارہا پوچھا
سحر کب اپنے دامن میں سویرے بھر کے لائے گی
تاروں کے ہر اک جھرمٹ سے ہم نے بارہا پوچھا
ختم ہو گی مسافت کب، ملیں گی منزلیں کب تک
ہر اک پر پیچ رستے سے یہ ہم نے بارہا پوچھا
سندیسہ جانفزا کب تم میری جانب لے آؤ گے
صبا کے نرم جھونکوں سے یہ ہم نے بارہا پوچھا
کیا یہ آس پیہم ہے یا کوئی دردِ الفت ہے
مسلسل بہتے اشکوں سے یہ ہم نے بارہا پوچھا

☆☆

مجھے راس ہے تیرا نام بہت
میرے سلجھے اسی سے کام بہت
تجھے جب کبھی دکھ میں یاد کیا
میرے دل کو ملا آرام بہت
ہر لمحہ مجھے تیری چاہ رہی
میرے مہکے ہیں صبح و شام بہت
مجھے اپنے کرم کا ساغر دو
تیرے مے خانے میں جام بہت
میں نے دستِ صبا پر لکھ لکھ کر
تیرے شہر میں بھیجے پیام بہت

☆☆

جلا وہ دیپ کہ جس کو بجھا سکے نہ کوئی
بنا وہ نقش کہ جس کو مٹا سکے نہ کوئی
نجات دستِ طلب میں ہے تیری مضمر، کہ
بلند ہاتھوں کو جبراً جھکا سکے نہ کوئی
صدف تک آنے سے پہلے خبر ہے نیساں کو
بجز تمہارے، نہنگ سے بچا سکے نہ کوئی
نہ سنگِ راہ کو منزل سمجھ کے رکنا کبھی
کہ ریگزاروں کو قلزم بنا سکے نہ کوئی
سحابِ آس جہاں ٹوٹ کے برستا ہو
وہاں کی کشتِ تمنا جلا سکے نہ کوئی

☆☆

نوائے دل ہے جو سب خواہشوں کا حاصل ہے
ہر اک دعا میں وہی نام بار بار آیا

☆☆

میرے کریم ! مجھے کوئی راستہ تو ملے
اندھیری رات میں جگنو کا کوئی آسرا تو ملے
پیاس میرے لبوں کی اب بڑھتی جاتی ہے
عطا ہو اذنِ گویائی،کوئی صدا تو ملے
بٹھا رکھے ہیں خزاؤں نے دل پہ پہرے کئی
بہار صبحوں،دھنک شاموں کا کوئی پتہ تو ملے
تمہیں پتہ ہے میں ڈرتی ہوں بندگیوں سے
چلوں میں تیری ہی جانب،کوئی راہ تو ملے
عطا ہو لذتِ جذب و جنوں مجھے اب تو
یہ دل بھی ہوش وخرد سے کبھی رہا تو ملے

☆☆

ہے اس کا نام میرے سر پہ سائباں کی طرح
ہوائے تند میں پنچھی کو آشیاں کی طرح
وہ ساتھ ہو تو کیا غم ہو مجھ کو صرصر کا
جو زرد رُت بھی سمائے حسیں سماں کی طرح
ملا کے سارے دھنک رنگ اک سجایا ہے
سنہرے خوابوں کا میلہ متاعِ جاں کی طرح
ہر اک دعا میں اسے اپنے رب سے مانگا ہے
جو میرے دل میں بسا ہے غمِ نہاں کی طرح
گواہ سکوتِ لبی میری بے نوائی کا
مری یہ آنکھیں مگر دل کی ترجماں کی طرح

☆☆

اک اور سورج ابھر رہا ہے تری نوازشوں کے جام لے کر
جنوں کی حدت بڑھا رہا ہے حسیں دنوں کا پیام دے کر
نہ فکرِ فردا نہ یادِ غم ہے کہ جب سے تو مرے ہم قدم ہے
سہانی صبح کی آس بن کر انھیں محبت کا نام دے کر

☆☆

نہ گھبراؤ دلِ مضطر ابھی تو دن نکلنا ہے
سحر کی آس رکھو کہ ابھی تو شب نے ڈھلنا ہے
رہنا سنگِ مہِ تاباں کہ تنہا ہیں سفر میں ہم
فروزاں رکھنا راہوں کو صبح تک ہم نے چلنا ہے
یاد آیا ہے کوئی پھر مثالِ بادِ صحرائی
سنبھالوں کس طرح خود کو، کہاں اب دل بہلنا ہے
مرے یخ بستہ جذبوں کو تمازت کی ضرورت ہے
کہ صدیوں سے جمی برفوں کو لمحوں میں پگھلنا ہے
چھانی خاک صحراؤں کی نخلستاں کی خواہش میں
ابھی بھی راہ میں لاکھوں سرابوں سے سنبھلنا ہے
ہوائے تند کے جھونکوں کو کر دے نرم رو اب کہ
شبِ سیاہ میں امیدوں کا سحر تک دیپ جلنا ہے

☆☆

آتشِ عشق دل میں جلا کے چلے
چاہنے والے پلکیں بچھا کے چلے
اہلِ دل نے لکھے پھر سے بابِ جنوں
ان کی راہ میں خرد کو بھلا کے چلے
جانے والے تھے محوِ مسرت، انھیں
کیا خبر مجھ کو کتنا رلا کے چلے
ہوں مبارک انھیں وصل کی ساعتیں
ہجر کی تیرگی جو مٹا کے چلے
کس طرح ان کو سمجھائیں ہم دردِ دل
شدتِ ضبط جو آزما کے چلے

☆☆

پھر فصلِ گل نے چھیڑا میرے دل میں ساز ایسا
جیسے صبا کا صحرا میں ہلکا سا کوئی جھونکا
میرے پاس تجھ سے کہنے کو نہ لفظ خوشبو جیسے
میری چشمِ نم کو پھر بھی تیرا انتظار کتنا
تیرے آسماں کو تکتے میرے دن گزر رہے ہیں
جو صحرائے دل پر برسے، کوئی بھیج ابر ایسا
میری صبح کے اجالوں میں ہے روشنی تجھی سے
میری تیرگیِ شب میں تیرا نام اک دیا سا
سرِ راہ گزر کھڑی ہوں کسی کارواں کی خاطر
پہنچے گا کب وہ مجھ تک، کوئی بتا دے اتنا

☆☆

یوں ہر لمحہ گزرتا جا رہا ہے
کہ جیسے کوہ سرکتا جا رہا ہے
ہوائے تند کی زد میں مرا دل
مثالِ کاہ بکھرتا جا رہا ہے
یہ گردِ بے یقینی ، بدگمانی
نشاں منزل کا مٹتا جا رہا ہے
تیرے اک نام سے عالم یہ سارا
بس اک دعا میں سمٹتا جا رہا ہے
خبر لو اے میرے راہبر خبر لو!
کہیں کوئی جذبہ گھٹتا جا رہا ہے

☆☆

دلِ مضطر میں شورش بھی مگر امیدِ کامل بھی
تلاطم خیز منظر بھی مگر آثارِ ساحل بھی
بڑے گھمبیر سائے ہیں شبِ تاریک کے دل پر
مگر آکاشِ مژگاں پر، مہ و انجم کی جھلمل بھی
کبھی تو لفظ آجائیں یونہی ترکِ تعلق پر
کبھی قرطاس پر ہوتی ہے لیکن ان کی محفل بھی
گردابِ غمِ دوراں میں ناؤ ہیں میرے جذبے
یہی ہیں ناخدا میرے یہی ہیں میرا ساحل بھی
کہاں تک یہ بے مایہ دل پھرے گا ڈھونڈتا منزل
سنا ہے معجزوں کا، حل کرتے ہیں یہ مشکل بھی

☆☆

نظم

لفظ خاموش ہیں
آنکھیں حیران ہیں
ساگرِ دل میں برپا تلاطم میں کچھ
اور پلکوں پہ لرزاں ہیں کچھ اشک بھی
تجھ کو محسوس کر کے، بلند ہاتھ ہوں
التجا کے لئے
اک دعا کے لئے
اے مرے کردگار
اے مرے کارساز
میں وہ عاصی جسے تری رحمت پہ ناز
تو وہ مالک ہے جو
سینہء سنگ سے بھی اگا دے شجر
تو وہ خالق ہے جو
شجرِ بوسیدہ پہ بھی لگا دے ثمر
تو وہ قادر ہے جو
سیپ میں آبِ نیساں بنا دے گہر

تو کہ ربِ بیاں
تو کہ حسنِ عیاں
تو کہ سرِ نہاں
اک نظر میری کشتِ تمنا پہ بھی
اس میں بھی سبز موسم اب آئیں اتر
اک نگاہ مری دل کے صدف پہ بھی ہو
اس میں بھر دو محبت کے رنگیں گہر
مرے خوابوں کی شاخِ بریدہ پہ بھی
گلِ رعنا کھلیں
کونپلیں پھوٹیں تو
ترے ممنون ہوں مرے الفاظ سب
ترے مشکور ہوں مری آنکھوں کے اشک
تو کہ ربِ بیاں
تو کہ حسنِ عیاں
تو کہ سرِ نہاں

☆☆

نہ پوچھو رستے کٹے ہیں کیسے
جو خارِ راہ تھے ہٹے ہیں کیسے
جو دیدہ ور ہو تو دیکھ لو پھر
دکھوں کے بادل چھٹے ہیں کیسے
میں خود حیراں ہوں کہ اس سفر میں
طویل رستے گھٹے ہیں کیسے
جو توڑنے مجھ کو آر ہے تھے
وہ ریزوں میں خود بٹے ہیں کیسے
سنا جب اس نے وہ نام تو پھر
نہ دیکھا دامن اٹے ہیں کیسے

☆☆

اس تیرگی میں شمعِ فروزاں تلاش کر
بے مہر راستوں میں مہرباں تلاش کر
سمجھے گا کیسے لذتِ ہجر و فراق تو
وہ ساتھ جس جگہ ہو، وہ جہاں تلاش کر
سمجھا دے اپنے دل کو، گرا دے یہ سارے بت
اس خانہء خدا کا نگہباں تلاش کر
صرصر کا خوف کیوں ہے تمہیں اے حریفِ دل
ہر زرد رُت میں بادِ بہاراں تلاش کر
دے گردشِ زمانہ صدا تم کو بار بار
ہونا ہے بامراد تو غمِ جاناں تلاش کر

☆☆

یہ کیا کہ پورے چاند کا بھی کچھ اثر نہیں
دل میں کوئی طوفان نہیں ،آنکھ تر نہیں
منزل کی چاہ ہم سفر ہے ہر قدم مرے
لیکن عجیب بات کہ راہ کی خبر نہیں

☆☆

ہوئے ہیں پھر نقوشِ راہِ مدہم
ہوئے ہیں پھر آس ویاس اک بار مدغم
لبوں نے پھر مسیحا کو پکارا
شکستہ دل نے پھر مانگے ہیں مرہم
ہر اک منظر نے تانی دعا کی چادر
ہیں محوِ التجا پھر سارے موسم
کبھی تو نظرِ رحمت ہو ادھر بھی
تڑپتی ہے یہ میری چشمِ پرنم
یہ رستے کٹ ہی جائیں گے کبھی تو
میرے دل کو ہے یہ امیدِ پیہم
ہو میرے کارسازو چارہ گر تم
ہٹادو میرے سر سے سایہء غم

☆☆

یہ کن سرابوں میں گھر گئے ہیں، یہ کیسی الجھن میں پڑ گئے ہیں
جن کو سینچا تھا آنسوؤں سے، وہ خواب سارے کدھر گئے ہیں
نہ کوئی جذب و جنوں رہا ہے، نہ خوشبوؤں کا فسوں رہا ہے
ہے بدگمانی کی گرد ہر سو، یقین سارے بکھر گئے ہیں
یہ کیسے گرداب میں گھرے ہیں، یہ کس تلاطم میں آ پھنسے ہیں
نہ پیش قدمی ہے ساحلوں کو، کہ وقت جیسے ٹھہر گئے ہیں
جب سے رشتوں نے مان کھویا ہے، ہم نے بھی توڑ دی ہیں قسمیں
اب اپنے وعدوں سے پھر گئے ہیں، کہے سے اپنے مکر گئے ہیں
ہمیں بھلا آگہی ہی کب تھی ایسے سنگلاخ راستوں کی
ہر اک قدم پر نیا زخم ہے جو لفظ مرہم تھے مر گئے ہیں

☆☆

بریدہ شاخوں پہ پھولوں کو بارہا دیکھا
خزاں رُتوں میں بہاروں کو بارہا دیکھا
بپھرتی لہروں نے نیا کو بڑھ کے تھام لیا
یہ معجزہ مری آنکھوں نے بارہا دیکھا
وہ جن کی ضو سے ہوئی مختصر شبِ ہجراں
انہی ستاروں کو پلکوں پہ بارہا دیکھا
غمِ جہاں سے جو گھبرا کے چل دیا صحرا
وہ دل گلابوں کی بستی میں بارہا دیکھا
سفرِ طویل بھی دیکھے ہیں کٹتے پل بھر میں
بدلتا صدیوں کو لمحوں میں بارہا دیکھا

☆☆

دل نے بس اک تم کو پکارا
جب بھی مشکل کوئی لمحہ آیا

مری امیدِ ساحل تمہی ہو
اُس پہ تیری لنگر اٹھایا

گلستاں ہوں یا خارِ مغیلاں
سب کو تیرے حوالے سے چاہا

ہیچ ہیں جس کے سامنے گل بھی
میرے من میں وہ صحرا سمایا

ہے وہ با دل مہرباں کتنا
مجھ مسافر پہ ہے جس کا سایہ

میرے ہاتھوں میں دامن ترا ہے
مجھ کو کوئی نہیں فکرِ فردا

شمعِ عشق دل میں جلا کر
دور کر دو یہ سارا اندھیرا

پھول ، خوشبو، دھنک ، چاندنی
میں نے سب میں تیرا حسن دیکھا

☆☆

نظم..........

میں کیا جانوں۔۔
میں کیا جانوں
مرے رستے کہاں گم ہو گئے ہیں
مرے جذبوں کی خوشبو سے جو مرے خواب گندھے تھے
مرے اشکوں کی تابش سے جو
امیدوں کے جگنو سے مرے دل میں چمکتے تھے
مرے لفظوں کی آہٹ سے
دیئے کچھ چاندنی جیسے جو پلکوں پہ لرزتے تھے
وہ خوشبو
جگنو اور وہ دیپ پلکوں پہ
کیوں کر بجھ گئے ہیں
میں کیا جانوں
کہاں گم ہو گئے ہیں
اس یقین و بے یقینی کے سفر میں
کہیں پہ شاید اک لمحہ
ہوئی ہیں بند مری آنکھیں
اسی لمحے

مرا دل
اپنے راہبر کی یاد سے غافل ہوا ہے
وہ جس کے بن
میں پرچھائی
میں اندیشہ
میں سایہ ہوں
وہ جس کی یاد سے سانسوں میں اک زندہ حرارت ہے
وہ جس کے ساتھ سے آسودہ جذبوں میں طراوت ہے
میں اس کے بن کہاں جاؤں
سوا اس کے کدھر دیکھوں
وہ پیکر حسن و رعنائی
وہ مالک نطق و گویائی
اگر پھر سے مجھے مری منزل بتلا دے تو
میں پھر سے زندہ ہو جاؤں
میں پھر سے راستے پا لوں

☆☆

جو پھولوں، خوشبوؤں، رنگوں میں آشکارا ہے
وہی تو ہے جو مری آنکھ کا استعارا ہے
میں فکرِ فردا میں کیوں دل کو پر ملال کروں
جو کل بھی ساتھ تھا، اب بھی وہی سہارا ہے
مرے لئے تو فقط اک نگا ہ ہی کافی ہے
کچھ اور اس کے سوا کب مجھے گوارا ہے
وہ جس کے دم سے ہے مری قندیلوں میں ضیاء
اسی کے نور سے روشن ہر اک نظارا ہے
کتابِ زیست کا عنواں ہے جس نگر کی فضا
اسی کے نام مرا انتساب سارا ہے
نہ مل سکے ہیں کبھی لفظ عرضِ دل کے لئے
بس اک دعا پہ ہی اب تک مرا گزارا ہے

☆☆

میں مریضِ دردِ نہاں نہیں
میں اسیرِ وہم و گماں نہیں
کیا بتا سکوں کسی اور کو
ابھی خود پہ بھی میں عیاں نہیں
کوئی راستوں کی خبر نہیں
کوئی منزلوں کا نشاں نہیں
مرا دل شکستہ سہی مگر
مری ذات، پر بے اماں نہیں
ہے ہم سفر مری سبز رت
مجھے کوئی خوفِ خزاں نہیں

☆☆

یارب سرورِ عشق دے، کچھ اضطراب دے

یارب شوریدہ سر کو سکوتِ حباب دے

عاری ہوئے ہیں حسن سے جو میرے صبح و شام

تو ان کو بوئے سمن دے، رنگِ گلاب دے

☆☆

ڈھونڈتی پھرتی ہوں میں انساں من میں بپا ہے شور

اک سایوں کا شہر بسا ہے مرے چاروں اور

☆☆

نوائے دل ہے رفیق ہر دم
کبھی شرر ہے کبھی یہ شبنم
امید دے صبحِ جانفزا کی
چھائے جب دل پہ سیاہ موسم
کبھی رلا دے یہ بے ارادہ
کبھی لبوں پہ بنے تبسم
مرا اثاثہ مری متاع ہے
بپا ہے دل میں جو اک تلاطم
چھیڑے جب کوئی ذکر ترا
نہ پوچھو پھر مرے دل کا عالم
یہ مضطرب دل ہے مرا ساتھی
کہ جیسے ہر درد کا ہو مرہم
امر ہو جاؤں اگر وہ دیکھے
ہے جس کی خاطر یہ آنکھ پرنم

☆☆

باسی ہیں ہم زمین کے لیکن نظر میں ہے آسماں
ہوش و خرد کی سرحدوں سے دور پایا ہے اک جہاں
میرے سفینہء ذات کو ترا ساتھ جیسے ہے بادباں
ترا نام ساحلِ زندگی، تری آس ساگرِ بے کراں
عجیب سی ہے یہ کشمکش قلب و دماغ کے درمیاں
میں فیصلہ دل کا سنوں یا خرد کی بات پہ دوں دھیاں
تجھے یاد کرنے لگوں میں جب تو ستارے ہوں ہم سفر
کبھی بادِ صبح رفیق ہو تو کبھی بہاریں ہوں راز داں
مرے ریزہ ریزہ وجود کو یوں سمیٹتا ہے ترا کرم
چمک اٹھتی ہے مرے بامِ دل پہ نئی امید کی کہکشاں

☆☆

کس طرح خواہشِ دل کہوں
کس طرح خود کو سائل کہوں
اپنے بے مایہ دل کو میں کیوں
ان نگاہوں کے قابل کہوں
مجھ کو تابِ سخن جس نے دی
اس کو لفظوں کا حاصل کہوں
خوشبوئیں ہم سفر ہیں میری
کھلتی کلیوں کو منزل کہوں
ناخدا پہ یقیں دیکھئے
ہر تلاطم کو ساحل کہوں

☆☆

سمجھنا چاہتے ہو تم اگر عورت کی قسمت کو
تو دل کی آنکھ سے تکنا کبھی کیکٹس کے پھولوں کو

☆☆

لفظوں کے موتی پرویا کئے
اشکوں سے دامن بھگویا کئے
تری یاد نے مضطرب جب کیا
راتوں کو اٹھ اٹھ کے رویا کئے
شب بھر مرے ہاتھ پھیلے رہے
دعاؤں میں آنسو سمویا کئے
تجھے سوچتے ہوش میں نہ رہے
خرد کو جنوں میں یوں کھویا کئے
لگائے ہیں دل پہ غمِ جاں نے جو
وہی داغ آنکھوں سے دھویا کئے

☆☆

دعائیں پر اثر ہوں گی،صدائیں باثمر ہوں گی
نہ گھبراؤ دلِ مضطر کہ آہیں کارگر ہوں گی
تمنا کے سفر میں منزلیں مل جائیں گی اک دن
گھٹیں گے فاصلے سارے،راہیں مختصر ہوں گی
یقیں ہتھیار،امید اک ڈھال بچائے راہزنِ دل سے
یہ تدبیریں محبت کی یقیناً کارگر ہوں گی
تڑپنا روز و شب کا بھول جائے گا تمہیں اس وقت
جب ان لمحات میں نکلی صدائیں معتبر ہوں گی
ختم ہو جائے گی اک دن گھٹن اندر کی دنیا کی
کھلیں گی کلیاں شاخوں پہ فضائیں مشکبر ہوں گی

☆☆

تو کہ آسمانِ جمال ہے
مری ذات خواب و خیال ہے
مجھے فرقتوں سے نجات دے
مرے دل کو شوقِ وصال ہے
اے مرے محرمِ دردِ دل
مری دنیا تم سے بحال ہے
یہ دھنک سے رنگ مری آنکھ میں
تری چاہتوں کا کمال ہے
دلِ مضطرب کا ترے بنا
اب اور جینا محال ہے

☆☆

آس ہو گر تو راہزن بھی راہبر لگے
نا امیدی میں ساحل بھی بھنور لگے
منزلوں کی لگن کے سوا ہر سفر
دھند میں لپٹا ہوا ایک منظر لگے
ہے یقیں کی یہ سب روشنی ورنہ دل
ایک اندھیروں میں ڈوبا سمندر لگے
سونا کندن نہیں ہے تپش کے بنا
نا تراشیدہ ہیرا بھی پتھر لگے
دل میں جذبوں کی لازم تڑپ ہے بہت
ورنہ دامن تہی،آنکھ بنجر لگے
زندگی ہم سفر کی نظر کے بغیر
نا مکمل لگے بے مقدر لگے

☆☆

آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوان خوابوں کی طرف
خوشبوؤں کے دیس سے پیغام یہ ملتے رہیں
جب مسیحا پاس ہو تو پھر غمِ جاں چیز کیا
درد بھی ملتے رہیں اور زخم بھی سلتے رہیں

☆☆

عورت۔۔

شاعروں کا جمالِ تخیل ہوں میں
مغنیوں کی صدا کا ترنم ہوں میں
چار سو یہ دھنک رنگ مرے دم سے ہیں
نغمہ وساز و آہنگ مرے دم سے ہیں
کھلتی کلیوں کا حسنِ تبسم ہوں میں
بہتے جھرنوں کا شیریں تکلم ہوں میں
کیونکہ عورت ہوں میں
کیونکہ عورت ہوں میں

اپنے بابل کی حرمت پہ قربان ہونا ہے شیوہ مرا
اونچے شملے کے جھوٹے بھرم کے لئے
سر کٹانا سدا سے مقدر مرا
اندھی رسموں کی میں بھینٹ چڑھتی رہی
نامِ غیرت پہ میں قتل ہوتی رہی
ونی ہوتی رہی
روز جیتی رہی روز مرتی رہی

پھر بھی زندہ رہی
کیونکہ عورت ہوں میں

مرے آہن ارادوں کو روندا گیا
مجھ کو سنگلاخ راہوں پہ ڈالا گیا
پھر بھی مرے قدم آگے بڑھتے رہے
ڈگمگا نہ سکے مجھ کو چھوٹے خدا
میں نے ثابت کیا
نصفِ بہتر ہوں میں
کیونکہ عورت ہوں میں

جو خلاؤں کو تسخیر کرنے چلے
جو سمندر کی وسعت کو ناپا کئے
جتنے شاعر، ادیب اور افسانہ نگار
جتنے اہلِ سخن جتنے اہلِ قلم
مری گود ان کی ہے اولیں درسگاہ
کیونکہ عورت ہوں میں

کیوں نہ میں شان سے سر اٹھا کے جیوں
کیوں نہ میں اپنے خالق کی ممنون ہوں

کہ جس جنت کی خاطر مرے ہم نشیں
شب بیداری کریں
زہد و تقویٰ کی جو پاسداری کریں
بس یہ اتنی حقیقت مری جان نشیں
کہ وہ جنت تو ہے مرے قدموں تلے
مرے قدموں تلے
کیونکہ عورت ہوں میں
کیونکہ عورت ہوں میں

☆☆

میں اسیرِ دامِ نفس ہوں دور تری بارگاہِ نیاز سے
ملے لطف مثنوی روم سے نہ ہی داستانِ ایاز سے
یہ حیات رنگ و نمود ہے نہ ہو حسنِ دل تو جمود ہے
جو کہیں جنوں کا وجود ہے تو فقط ہے عشق کے ساز سے
کبھی التجاؤں سے رابطے، کبھی راہبر بنیں راستے
یہ بقائے ذات کے سلسلے ہیں اسی نشیب و فراز سے
میں ہوں ایک ذرہ ءِ بے نشاں تری بارگاہِ جمال میں
ہے پر آس تیری شرفِ قبولیت تری عفوِ بندہ نواز سے
نہ وہ عیش قفسِ خرد میں ہے نہ مزا وہ ہوش میں ہے نہاں
کہ جو ملتا اہلِ نصیب کو ہے جنوں کے سوز و گداز سے

☆☆

آؤ تجدیدِ آرزو کر لیں
غنچہءِ گل کی جستجو کر لیں
اس اندھیرے میں دم نہ گھٹ جائے
نورِ امید چارسو کر لیں

☆☆

مہرباں بن تمہارے سائے کے
رستے تپتے ہوئے سے لگتے ہیں
کوئے جاناں کی یادوں سے دل میں
گل مہکتے ہوئے سے لگتے ہیں
تجھ کو منزل بنا کے دیکھوں جب
رستے کٹتے ہوئے سے لگتے ہیں
ساتھ تُو ہے تو زندہ ہیں اب تک
ورنہ مرتے ہوئے سے لگتے ہیں
تجھ پہ چھوڑوں میں ناؤ تو طوفاں
رخ بدلتے ہوئے سے لگتے ہیں
ذکرِ یاراں سے دل کی محفل میں
دیپ جلتے ہوئے سے لگتے ہیں
اس رفاقت کے بن یہ حوصلے سب
کتنے گھٹتے ہوئے سے لگتے ہیں

☆☆

دردِ ہجراں میں ڈوب کر کی گئی دعائیں سنبھال رکھنا
تم اپنی آنکھوں سے گرتے موتی اور التجائیں سنبھال رکھنا
زردموسم کے نقش سارے مٹیں گے اک دن کتابِ دل سے
گلاب خوابوں مہکتی یادوں کی سب فضائیں سنبھال رکھنا
ہر ایک پل جو سحاب بن کر ہیں سایہ افگن تمہارے سر پر
سلگتے صحرا کی اس تپش میں وہ سب ردائیں سنبھال رکھنا
ثبت قرطاسِ دل پہ ہو کے بنی ہیں جانِ سخن جو تیری
تم اس سفر میں ہر اک قدم وہ حسیں نوائیں سنبھال رکھنا
وہ لفظ موتی بنیں یقیناً جو حاصلِ اضطراب ٹھہرے
اداس لمحوں میں لب سے نکلی ہوئی صدائیں سنبھال رکھنا

☆☆

ماں جی (نظم)

اے مری ماں جی!
بیاں ہو لفظوں سے کیسے ممکن
تمہاری آنکھوں کی روشنی کا
صبیح چہرے کی تازگی کا
بلند ارادوں کی پختگی کا

اے مری ماں جی!
میں بھول جاتی تھی اپنے سب دکھ تمہاری آغوش میں سمٹ کر
تمہارے چہرے کی مسکراہٹ سے جی میں اٹھتی تھی ایک پل میں
تمہاری دعاؤں کی لے کے چادر
میں اپنی نظروں میں معتبر تھی
تمہارے لہجے کی چاشنی شہد گھولتی تھی سماعتوں میں
تمہارے پر عزم حوصلوں سے نوید ملتی تھی زندگی کی
تمہارے چہرے کو گھیرے رکھتا تھا ہالہ اک نور کی شکل میں
تمہارے ہونٹوں کی مسکراہٹ
طمانیت کی پیامبر تھی

اے مری ماں جی!
تمہاری آنکھوں کے جگنوؤں نے مجھے سکھایا
کہ صبر کیا ہے؟ سکون کیا ہے؟
تمہاری آغوش کی لطافت نے یہ بتایا
کہ مہر کیا ہے؟ خلوص کیا ہے؟
تمہارے آہن ارادوں نے یہ سکھایا مجھ کو
تم اپنے قدموں پہ
سر اٹھا کے چلو سدا کہ
خودداریِ ذات میں بقا ہے
تمہارے جذبۂ شب بیداری نے یہ بتایا
کہ رت جگوں کا بھی اک مزا ہے

اے مری ماں جی!
مری دعا ہے کہ مرا مالک
تمہیں لحد میں آسودہ رکھے
تمہارے اس گوشۂ زمیں کو
وہ رشکِ خلدِ بریں بنائے (آمین)

☆☆

مرے پیارے بابا جی!

تری شفقت،محبت کی چھاؤں گھنی، سایہ افگن ہمارے سروں پہ رہے
ترے مضبوط ارادوں کی یہ روشنی بن کے،رہبر سدا راستوں پہ رہے
تجھ سا غمخوار اور مہرباں ہو کہاں،جس نے سینچا پسینے سے اپنے ہمیں
ترے شانے توانا کبھی نہ جھکیں،میٹھی مسکان ترے لبوں پہ رہے

☆☆

کوئی آنکھیں خوابوں میں الجھی رہیں
کوئی پائیں تعبیر کی لذتیں
کوئی آبلہ پا رہیں ہجر میں
کسی کو ملیں وصل کی راحتیں
کوئی آرزو کے سفر میں رہیں
کسی کے مقدر میں ہیں منزلیں
کوئی ہاتھ پھیلے رہیں رات بھر
کوئی کاسے بن مانگے بھرتے رہیں
عجب بھید ہیں یہ مقدر کے سب
جنھیں ہم کبھی بھی سمجھ نہ سکیں

☆☆

تری اک نگاہ کے منتظر کبھی پیڑ شہرِ ملال کے
ہرے موسموں کا پیام بھیج کسی جامِ آس میں ڈال کے
ہے متاعِ جاں مری عرضِ دل کبھی اس کو شرفِ بیاں ملے
تری رحمتوں کی امید میں جسے رکھ لیا ہے سنبھال کے
یہ مسافتوں کی طوالتیں مرے حوصلوں کی حریف ہیں
مجھے منزلوں کی نوید دے کبھی ابرِ یاس کو ٹال کے
مرا دل ہے شمعِ راہ گزر کسی صبحِ نو کا ہے منتظر
تو ہوائے تند کو نرم کر کے ہٹا دے سائے زوال کے
نہیں اس جہاں میں ترے سوا کوئی میرا محرمِ دردِ دل
یہ شبِ فراق جو ختم ہو تو عطا ہوں لمحے وصال کے

☆☆

Limiting Factor

محل وہ آرزوؤں کے
جنھیں تعمیر کرنے کو
نہ جانے کتنی ہی صدیاں گزر جاتی ہیں لیکن
ایک پل میں وہ
گرتے ہیں زمیں پہ ریت کے اک ڈھیر کی مانند
اگر۔۔۔
اگر اس تند خو لہجے کی تلخی اور بڑھ جائے

☆☆

یہ جان لو ممکن نہیں وہ تیغ و سپر میں
جو حشر کہ پوشیدہ ہے لفظوں کے ہنر میں

قرطاس پہ وہ ثبت کبھی ہو نہیں سکتے
جو خواب مچلتے ہیں کسی دیدہ ء تر میں

اے کاش کبھی قافلہ گزرے وہ ادھر سے
جس کے لئے بیٹھے ہیں ہم اس راہگزر میں

کچھ اور بڑھا دے تو مرے شوقِ طلب کو
اک روح نئی ڈال مرے ذوقِ سفر میں

جس آنکھ میں ہوں رشکِ جناں شہر کے جلوے
جچتا نہیں پھر منظرِ خلد اس کی نظر میں

☆☆

اے آبلہ پاؤ ختمِ سفر کی نوید ہو
گم کردہ راستوں میں خضر کی نوید ہو

آئے صدا یہ رات کے پچھلے پہر کبھی
اے شب گزیدہ لوگو! سحر کی نوید ہو

صبر آزما سفر کا ہوا اختتام اب
صحرا نوردو !سایہ ء شجر کی نوید ہو

خوفِ سراب سے ہو دامن رہا ترا
تشنہ لبو !اب آبِ نظر کی نوید ہو

بازارِ عشق میں ترے اشکوں کی دھوم ہے
آنکھوں کو ترے لعل و گہر کی نوید ہو

☆☆

کوئی بھی مشکل سفر کٹتا نہیں ترے سوا
یہ راہِ سنگ و خار پر چلتا نہیں ترے سوا
میں کہاں اور خواہشِ خورشید و مہر و ماہ کہاں
خواہشوں کا شہر یہ سجتا نہیں ترے سوا
کوئی بھی ساعتِ زندگی، کوئی بھی لمحہ زیست کا
کوئی آن مری حیات کا گزرتا نہیں ترے سوا
تو ساتھ ہے تو ہر طرف ہیں سگانِ شہر یہ چیز کیا
یہ سرِ نیاز یوں فخر سے اٹھتا نہیں ترے سوا
تری قسم پر تری آس پر لگتا ہے میں تنہا نہیں
میلہ یہ ترے قرب کا لگتا نہیں ترے سوا

☆☆

خوفِ طوفاں سے ڈر چکے ہوتے
آندھیوں سے بکھر چکے ہوتے
تری رحمت سے زندہ ہیں ہم تو
ورنہ کئی بار مر چکے ہوتے
نور تیرا تھا ہم سفر ورنہ
دشتِ ظلمت سے ڈر چکے ہوتے
مل گیا ہوتا گوہرِ مقصود
خالی دامن کو بھر چکے ہوتے
کاش منزل کو پا لیا ہوتا
طے مسافت یہ کر چکے ہوتے
یہ تو ترا حصار ہے ورنہ
سارے سپنے اجڑ چکے ہوتے

☆☆

نظم

وہ خواب جو ہیں گلاب سے۔۔

وہ خواب جو ہیں گلاب سے
مرے صحنِ دل میں کھلے ہوئے
مری چشمِ تر میں چھپے ہوئے
مرے جسم و جاں میں رچے ہوئے
وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔
کبھی آنسو بن کے چھلک پڑیں
کبھی جگنو بن کے چمک پڑیں
کبھی غنچہ بن کے چٹک پڑیں

وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔
جو مجھے آسِ صبحِ بہار ہیں
مری برگِ جاں کا نکھار ہیں
دلِ مضطرب کا قرار ہیں

وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔
کئی جن میں شامل ہیں چاہتیں
کئی شبنمی سی طراوتیں
کچھ حسنِ گل کی ملاحتیں

وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔
کبھی خوشبوؤں کے لباس میں
کبھی التجاؤں کی سانس میں
کبھی منزلوں کی ہیں آس میں
وہ خواب ہیں جو گلاب سے۔۔

☆☆

خوابوں کو کسی طور بکھرنے نہیں دینا
جاں بخش سہاروں کو تم مرنے نہیں دینا
دل و جان سے دامن وہ سدا تھام کے رکھنا
اس ہستی ء بے مایہ کو تھکنے نہیں دینا
مانا کہ ہیں دھند کے ڈیرے ترے ہر سو
تم اپنے قدم راہ سے بھٹکنے نہیں دینا
آنکھوں کی یہ رم جھم ہی ترا زادِ سفر ہے
رُت کوئی بھی ہو ابر یہ چھٹنے نہیں دینا
جس سر کو جھکانے سے بھرم سارے ہیں قائم
سنگِ درِ جاناں سے وہ اٹھنے نہیں دینا

☆☆

غمِ دوراں میں الجھا دل
خوفِ زیاں سے سہما دل
خم و پیچ زمانہ سے
کبھی نہ ہو شکستہ دل
تلاطم بیچ بن پتوار
مثالِ ناؤ بکھرا دل
یاس و آس کے درمیاں
عجب الجھن میں جکڑا دل
کہاں نظارہ ء جنت
کہاں یہ کورِ بینا دل
ازل سے خواہشِ جاناں
میں مصروفِ تمنا دل

☆☆

آؤ کہ پھر سے خواہشِ سوزِ جگر کریں
کچھ دردِ دل بڑھائیں کوئی چشم تر کریں
رونق ہے زندگی میں غمِ یار سے فقط
آؤ غمِ حیات سے صرفِ نظر کریں
داستانِ ہجر کا ہر بابِ سوز و غم
آؤ بیان روبروئے چارہ گر کریں
بس ہو چکا بہت سفر میں قیام اب
کریں مجتمع ہمت کو،شروع پھر سفر کریں
کیوں سنگِ راہ کو دیکھ کے رک جائیں ہم بھلا
سمجھ لیں ہم ان کو مہمیز قدم تیز تر کریں

☆☆

ساری بات تمہی سے شروع ہے، ساری بات تمہی پہ ختم
اپنی زیست کہانی کو تم پہ ہی بنتا مٹتا دیکھا
کب کچھ اور ہی چاہ کی ہم نے، کب کوئی اور دعا کی ہم نے
ہر اک خواہش، ہر اک ارماں تم سے سجتا سنورتا دیکھا

☆☆

وہی میں ہوں وہی آنکھیں وہی خوابوں کی محفل ہے
وہی آکاشِ مژگاں پہ مہ و انجم کی جھلمل ہے
کبھی تو سن ہی لے گا وہ مری عرضِ تمنا کو
وہی موہوم اندیشے وہی امیدِ کامل ہے
مجھے بدلا نہیں ہے اب تلک اس کے سہارے نے
وہی جذبہ وہی راہبر وہی جادہ و منزل ہے
وہی دستِ طلب اس کی حضوری کا ہے سائل اور
وہی بے چین نظریں ہیں وہی بے تابیٔ دل ہے
مری کمزور نیا اب بھی ہے زد میں تلاطم کے
مگر ہے بادباں میرا وہی اور وہ ہی ساحل ہے

☆☆

ایک آرزو

کبھی مرا دل یہ چاہتا ہے کہ
ہر قفس سے آزاد ہو کر
اداسیوں سے نظر بچا کر
ایک ایسی نگری میں جا بسوں میں
جہاں ہواؤں میں خوشبوئیں ہوں
محبتوں کی مسرتوں کی
جہاں کی گلیوں میں روشنی ہو
رفاقتوں کی صداقتوں کی
چاند، جگنو، چمکتے موتی
پھول، خوشبو، دھنک، ستارے
حسن کے سارے استعارے
سب مناظر میں یوں رچے ہوں
ہر ایک لمحے میں یوں بسے ہوں کہ
زرد آندھی کبھی بھی ان کی
اس دلکشی کو اڑا نہ پائے
محبتوں کی گلابی رت پر
کبھی بھی کوئی خزاں نہ آئے

کہیں کوئی نغمہ ء عنادل
گویا سب دل کی بات کہہ دے
ہر ایک خواہش زبان بن کر
مدعائے حیات کہہ دے
نیلے پانی میں عکسِ مہتاب
چمکتی آنکھوں کے خواب کہہ دے
تتلیوں کے رنگین آنچل
حسین رت کے پیامبر ہوں
سبز موسم کی آہٹوں سے
مٹیں نقوشِ خزاں چمن سے
مہکے خوشبو سے بام و در ہوں
کبھی مرا دل یہ چاہتا ہے کہ
جا بسوں اپنی خواب نگری میں
ہر قفس سے آزاد ہو کر

☆☆

اظہار کے بن دل کا سنبھلنا نہیں ممکن
پس چشم تلاطم کا بھی تھمنا نہیں ممکن
یہ اس کی عطا ہے کہ مجھے لفظ دیئے ہیں
ورنہ تو مرے درد کا گھٹنا نہیں ممکن
میں ہوں فقط راہی ء پر خواب مسافت
ان رستوں سے اب میرا پلٹنا نہیں ممکن
بتلائیں کسی اور کو بے تابی ء دل کیا
جب اس کے سوا دل کا سنبھلنا نہیں ممکن
گر ساتھ مرے وہ ہو ہر اک آن سفر میں
پھر دھند میں بھی راہ سے بھٹکنا نہیں ممکن

☆☆

دے نہیں سکتی کبھی وہ الفتوں کی فصلِ گل
جو زمیں بنجر ہوئی ہو نفرتوں کے زہر سے

☆☆

وہم و گماں سے دل کو بچا لو
نقشِ یقیں آنکھوں میں سجا لو
رات اندھیری سر پہ کھڑی ہے
اس کے نام کی شمعیں جلا لو
دشمن گھات لگائے بیٹھا ہے
اس کے حصارِ کرم میں پناہ لو
منزلیں دور ہیں راہ کٹھن ہے
راہبرِ زیست کو دل میں بلا لو
غم کی تپش سے جھلسے نہ دامن
ردائے تمنا سر پہ اوڑھا لو

☆☆

مجھے پھر سے ذوقِ جمال دے، مجھے پھر سے حسنِ خیال دے
اس بارگاہِ نیاز میں مجھے پھر سے اذنِ سوال دے
میں شکستہ پا، میں تھکن زدہ، ہیں قدم قدم مرے خارِ راہ
تو کریم ہے تو رحیم ہے تو سبھی بلاؤں کو ٹال دے

☆☆

کتنے گرداب ہیں کتنے طوفان
بے یقینی اور یقین کے درمیاں
اضطراب بند راستوں کی دھول ہے
گماں بجھتی راکھ کا مدہم دھواں

☆☆

وہ تصور مرے چہرے پہ کئی رنگ بکھیرے
وہ محبت مری شب میں بھی جو بھر ڈالے سویرے
جگنو کی طرح بن کے وہ روشن کرے رستے
سورج کی طرح چمکے،کرے دور اندھیرے
کیا جانے کوئی دستِ دعا کس لئے اٹھا
جب محوِ سخن لفظوں سے آنسو ہوئے مرے
چلتے ہیں مسافت میں سبھی راہی لگن سے
پائے وہی منزل جسے رحمت تری گھیرے
خوشیوں سے وہ بھر دے مرا دامن یوں اک پل میں
چھٹ جاتے ہیں لمحوں میں مایوسی کے اندھیرے

☆☆

اک اضطراب ہے چار سو
ہے سکونِ قلب کی آرزو
ترا نام حاصلِ زندگی
ترے نام سے میری آبرو
میں کسے کہوں مرے چارہ گر
مجھے صرف تری ہے جستجو
مجھے لب کشائی کی چاہ نہیں
مری چشمِ نم سے ہے گفتگو
مجھے رکھنا اپنی تلاش میں
ہو تری لگن مرے روبرو

☆☆

وہ جگنوؤں کے قافلے جانے کدھر گئے
ہر سو شب سیاہ کے سائے بکھر گئے
اتنے تو بے یقیں نہ تھے ہم کبھی بھی پر
یہ کیا ہوا کہ اپنے کہے سے مکر گئے

☆☆

اپنے خوابوں کو پاس رکھنا
حسین لمحوں کی آس رکھنا
زندگی محض اک سفر ہے
منزلوں کا احساس رکھنا
سونپ دے اپنے خواب اس کو
یہ کیا کہ دل کو اداس رکھنا
نہ بے ثمر ہوگی لب کشائی
لفظ دل کے عکاس رکھنا
جلائے رکھنا چراغِ امید
دور اپنے سے یاس رکھنا

☆☆

لفظ نہ لب پہ آسکتے ہیں
حال آنکھوں سے سنا سکتے ہیں
چھوڑ کے سب کچھ تری خواہش میں
دونوں جہاں کو پا سکتے ہیں
خیالِ یار کی لے کے ردا ہم
اپنا آپ بچا سکتے ہیں
حوصلے ہی کچھ کم ہیں ورنہ
دامن غم سے چھڑا سکتے ہیں
بس میں اور نہیں کچھ لیکن
خواب آنکھوں میں سجا سکتے ہیں
سمجھ کے تم کو جادہ و منزل
دیواریں سب گرا سکتے ہیں

☆☆

کس طرح خواہشِ دل کہوں
کس طرح خود کو سائل کہوں
کس طرح خود کو میں
ان نگاہوں کے قابل کہوں
مجھ کو تابِ سخن جس نے دی
اس کو لفظوں کا حاصل کہوں
خوشبوئیں ہم سفر ہیں مری
کھلتی کلیوں کو منزل کہوں
نا خدا پہ یقیں دیکھئے
ہر تلاطم کو ساحل کہوں

☆☆

میں ہوں مسافر اپنی مسافت سے بے خبر
پر پیچ راستوں کی طوالت سے بے خبر
سر پہ ہے اس کا سایہ کسی ابر کی طرح
یقیناً ہوں اس لئے میں تمازت سے بے خبر
راتوں میں چاند بن کے اجالے سے بھر دے وہ
ہوں تیرگیء شب کی سیاست سے بے خبر
ہر گام ملتجی ہوں کہ تنہا نہ چھوڑنا
ہے کمزور دل سرابوں کی عادت سے بے خبر
تاریکیوں میں ڈوبا ہر اک لمحہ یہ کہے
رکھنا ہمیں نہ نورِ صباحت سے بے خبر

☆☆

قدم اٹھائے ہیں تو پھر بڑھائے چلو
غمِ جہاں سے خود کو بچائے چلو
وہ سوزِ دل جو سدا سے تمہاری منزل ہے
اسی کی چاہ میں سب کشتیاں جلائے چلو
پلٹ کبھی نہیں سکتے وہ جن کے راہبر ہوں
نہیں ہو تم بھی اکیلے یہ آزمائے چلو
وہ اک تصور ہی زادِ سفر رکھو اپنا
فریب گاہِ زمانہ سے دل بچائے چلو
سنبھالے رکھو تلاطم میں آس کی ناؤ
تم بے یقینی سے دامن سدا چھڑائے چلو

☆☆

پھر کئی درد مرے دل کو رلانے آئے
مری جلتی ہوئی آنکھوں کو بجھانے آئے
گر چہ بدلا ہے سماں سارا مگر پھر بھی ہمیں
ہر نئی رت میں وہی خواب پرانے آئے
اب کہ رت ہی کچھ ایسی ہے کہ یوں لگتا ہے
جیسے ہر شخص مرا درد بڑھانے آئے
جو بجھا دیتے ہیں آتش،دلِ سوزاں کی
ہم کو ایسے نہ کبھی اشک بہانے آئے
بند آنکھیں ہیں مگر ہاتھ ہیں پھیلے اپنے
کیا بتائیں کہ کیا پاس خزانے آئے

☆☆

پسِ نظر میں یہ سپنا کیا ہے
لبوں پہ ٹھہری دعا یہ کیا ہے
مجھے بھی آئے سمجھ نہ جس کی
بتاؤں کیسے وہ درد کیا ہے
تمہیں خبر کیا اے بادِ صحرا
یہ اضطرابِ فراق کیا ہے
نہ لفظ اظہار کو ملیں جب
تو شعلۂ دل بھڑکنا کیا ہے
اس تلاطم کے آگے دل کا
سنبھالنا اور سنبھلنا کیا ہے

☆☆

Necessary Evil

کسی کے ساتھ چلنے کو
رفاقت کہہ نہیں سکتے
محبت کہہ نہیں سکتے

☆☆

خودفریبی

دائروں میں چلنے سے
عمر گھٹتی جاتی ہے
فاصلے نہیں گھٹتے

☆☆

لفظوں نے مرے خوابوں کو مرنے نہیں دیا
انکے سکوں نے اضطراب بڑھنے نہیں دیا

اندھیارے راستوں میں رکھی ہم نے روشنی
کوئی دیپ تیری آس کا بجھنے نہیں دیا

سایہ فگن رہا تو کسی ابر کی طرح
تلووں کو گرم ریت پر جلنے نہیں دیا

اندیشوں نے ڈرایا مگر ترے ساتھ نے
تادیر انکو دل میں گزرنے نہیں دیا

زندہ ہوں تیری آس پر ترے سہارے پر
صد شکر کتنی بار مجھے مرنے نہیں دیا

☆☆

مجھے کچے رنگوں کی وقتی زیبائی سے کیا مطلب
مرے لفظوں کو لوگوں کی پذیرائی سے کیا مطلب

مرے دل کا چمن تیری محبت سے مہکتا ہے
مجھے ہر پل بدلتی رت کی رعنائی سے کیا مطلب

مرا جادہ و منزل تم مرے ہادی و رہبر تم
مجھے پر پیچ راہوں کی اس کٹھنائی سے کیا مطلب

میں خارِ راہ سے گھبرا کر بھلا کیونکر پلٹ آؤں
مرے جذبوں کو میری آبلہ پائی سے کیا مطلب

میرے ساتھ رہتی ہے تمہاری یاد کی رم جھم
مجھے جھلساتی، تپتی ریگِ صحرائی سے کیا مطلب

☆☆

متفرق اشعار

آنکھیں خوابوں میں زندگی بھر دیں
خواب بخشیں حیات آنکھوں کو
جتنا برسیں گی اتنا دیکھیں گی
اتنی سمجھا دو بات آنکھوں کو

☆☆

تیری یادوں سے مہکتے ہوئے اک لمحے پر
لاکھوں گلرنگ بہاروں کو لٹاتے جائیں

☆☆

کسی کی دستِ عطا پہ ہے ہم کو ناز اتنا
کہ اپنی دعاؤں پہ اکثر ہمیں پیار آیا

☆☆

سمٹ کے سارا جہاں آ گیا ہاتھوں میں
اثر ہے کتنا دعاؤں میں، بارہا دیکھا

☆☆

میں ہوں بے خبر، مجھے ہے خبر مگر اتنی پھر بھی خبر مجھے
تو ہے باخبر، نہیں بے خبر، مری ہر خبر کی خبر تجھے

☆☆

تمام شد۔۔۔